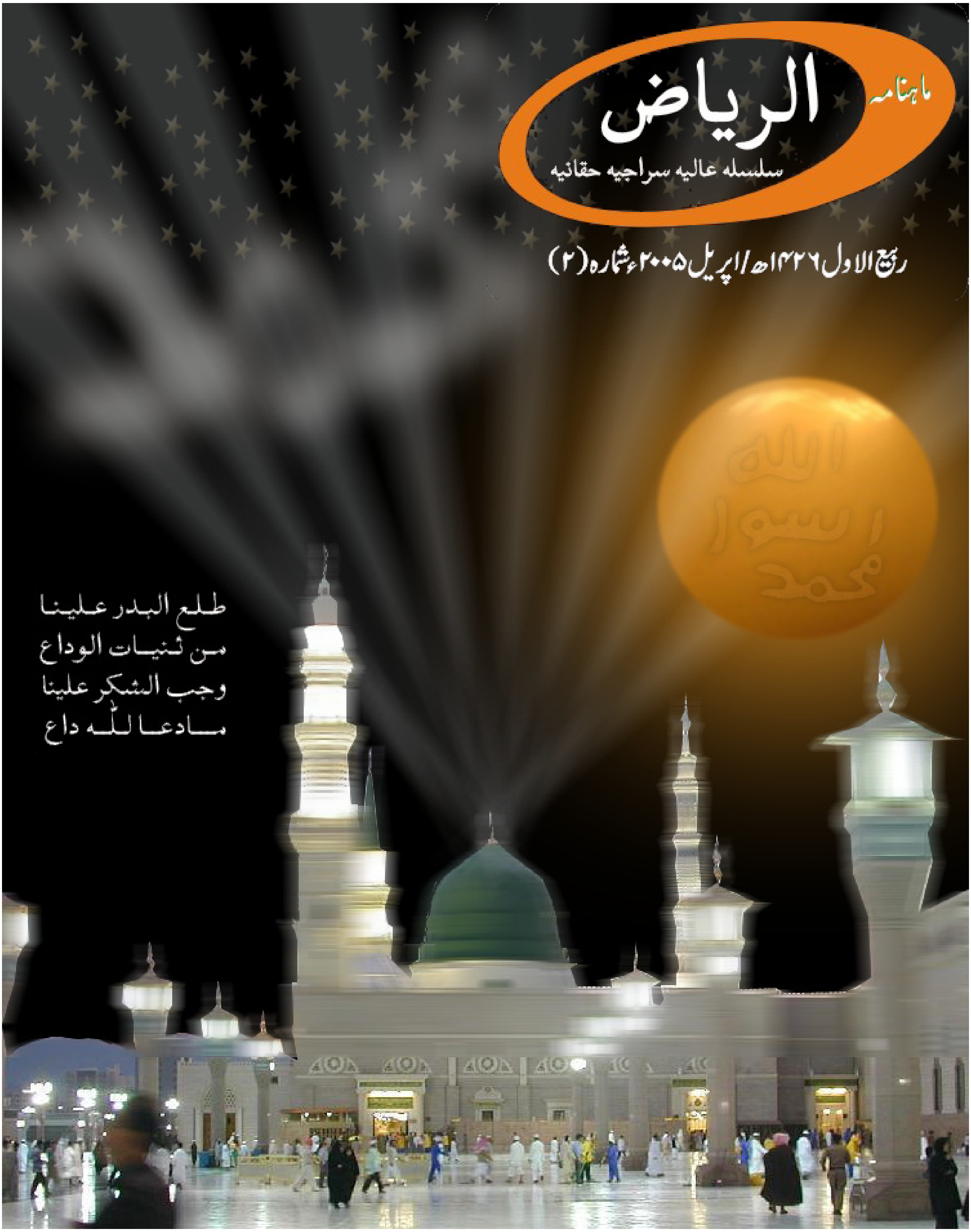
ماہنامہ
الریاض
سلسلہ عالیہ سراجیہ حقائیہ
ربیع الاول ۱۴۲۶ھ/اپریل ۲۰۰۵ء شمارہ (۲)
طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
مادعا للہ داع

ماہنامہ **الریاض**

ربیع الاول ۱۴۲۶ھ / اپریل ۲۰۰۵ء شمارہ (۲)

سلسلہ عالیہ سراجیہ حقانیہ

ویب سائٹ: www.haqqaniya.org

ای میل: info@haqqaniya.org

فہرست

		صفحہ نمبر
مسند آرائے بزمِ عطا	کلام: پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی دامت بکاتہم العالیہ	۱
نعت	کلام: حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانیؒ	۲
تخلیقِ نورِ محمدؐ	تالیف: عثمان منیر سراجی حقانی صاحب	۳
مہرِ نبوت	-	۵
حلیہ مبارک	-	۷
میلادِ مصطفیٰؐ	تحریر: پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب	۱۲
سلسلۂ عالیہ عثمانیہ	-	۲۴
حلیہ مبارک	-	-
حدیثِ دل	-	-

اراکین

محمد ندیم کھوکھر سراجی حقانی

علی سلطان قریشی سراجی حقانی

غلام مرتضیٰ سراجی حقانی

محمد عمران سراجی حقانی

محمد رضوان عالم قادری

گرافکس ڈیزائنر، کمپوزر

مسند آرائے بزمِ عطا

کس سے مانگیں، کہاں جائیں، کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے
سب کا داتا تُو، سب کو دیتا ہے تُو، تیرے بندوں کا تیرے سِوا کون ہے

کون مقبول ہے، کون مَردُود ہے، بے خبر! کیا خبر تجھ کو، کیا کون ہے
جب تُلیں گے عمل سب کے میزان پر، تب کُھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے

کون سُنتا ہے فریاد مظلوم کی، کس کے ہاتھوں میں کُنجی ہے مقسُوم کی
رزق پر کس کے پَلتے ہیں شاہ و گدا، مسند آرائے بزمِ عطا کون ہے

اولیاء تیرے محتاج اے ربِّ کُل! تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رُسُل
اِن کی عزّت کا باعث ہے نسبت تری، اِن کی پہچان تیرے سِوا کون ہے

میرا مالک مِری سُن رہا ہے فُغاں، جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زُباں
اب مِری راہ میں کوئی حائل نہ ہو، نامہ بر کیا بَلا ہے، صبا کون ہے

ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی، ناخدا بھی وہی ہے خدا بھی وہی
جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نُما، اُس اَحَد کے سِوا دُوسرا کون ہے

وہ حقائق ہوں اَشیاء کے یا خُشک و تَر، فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب، مگر
ماسِوا ایک اُس ذاتِ بے رنگ کے، فہم و ادراک سے ماورٰی کون ہے

انبیاء، اولیاء، اہلِ بیتِؓ نبیؐ، تابعینؒ و صحابہؓ پہ جب آبنی
گِر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی، تُو نہیں ہے تو مشکل کُشا کون ہے

اہلِ فکر و نظر جانتے ہیں تجھے، کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیرؔ! اِس کو تُو فضلِ باری سمجھ، ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے

کلام: پیر نصیر الدین نصیرؔ گولڑوی دامت بکاتہم العالیہ

نعت

بن کر ہوائے کوچۂ اہلِ وفا پھروں
میں بھی دیارِ شوق میں مثلِ صبا پھروں

سر پر ہے میرے سایۂ نعلینِ مصطفیٰؐ
لے کر متاعِ دولتِ ارض و سما پھروں

گر چہ طوافِ کعبہ کا منکر نہیں ہے دل
لیکن میں کیوں نہ گردِ درِ مصطفیٰؐ پھروں

کیوں آج ہی نہ تھام لوں دامانِ مصطفیٰؐ
کس واسطے میں حشر میں بے آسرا پھروں

جبریلؑ بھی ہے طائرِ بے بال و پر جہاں
میں بھی اُسی دیار میں بے دست و پا پھروں

ہر دم وہاں بھی چہرۂ انور ہو سامنے
پڑھتا ہوا بہشت میں صَلِّ علیٰ پھروں

اِک غنچۂ ریاضؔ مدینہ ہوں دوستو!
بن کر جہاں میں کیوں نہ گُلِ دلربا پھروں

کلام: حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانیؒ

سنیے   http://www.brain.com.pk/~chishty/Mehfil/March2000/01.ram :

حلیہ مبارک

چمکتا رنگ، تابناک چہرہ، خوبصورت ساخت، نہ توندلے پن کا عیب نہ گنجے پن کی خامی، جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سُرمگیں آنکھیں، لمبی پلکیں، بھاری آواز، لمبی گردن، سفید و سیاہ آنکھیں، سیاہ سُرمگیں پلکیں، باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو، چمکدار کالے بال، خاموش ہوں تو باوقار، گفتگو کریں تو پر کشش، دور سے (دیکھنے میں) سب سے تابناک و پُرجمال، قریب سے سب سے خوبصورت اور شیریں، گفتگو میں چاشنی، بات واضح اور دو ٹوک، نہ مختصر نہ فضول، انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ درمیانہ قد، نہ ناٹا کہ نگاہ میں نہ جچے نہ لمبا کہ ناگوار گزرے۔ دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی طرح ہیں جو سب سے زیادہ تازہ و خوش منظر ہے۔ رفقاء آپﷺ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے کچھ فرمائیں تو توجہ سے سنتے ہیں، کوئی حکم دیں تو لپک کر بجا لاتے ہیں۔ مطاع و مکرم، نہ تُرش رو نہ لغو گو۔

حضرت اُمِّ معبد خُزائیہ رضی اللہ عنہا

تخلیق نورِ محمد ﷺ

احادیثِ مبارکہ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی روایات، بزرگانِ دین اور علمائے کرام رحمت اللہ عنھم کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے سب سے پہلے اپنے نور سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نور تخلیق کیا اور وہ نور ٹھہر گیا ''حَیثُ مَاشَأاللّٰہ''، جہاں اللہ جل جلالہٗ نے چاہا کہ وہ ٹھہر جائے اور اس وقت اور کچھ موجود نہ تھا، نہ ہی لوح محفوظ، نہ ہی قلم، نہ ہی جنت نہ دوزخ، نہ ہی ملائکہ، نہ ہی ارض و سمٰوات۔ اس وقت کوئی سورج نہ تھا، نہ چاند، نہ ستارے، نہ جن نہ انسان نہ ملک، کچھ بھی تخلیق نہ ہوا تھا سوائے اس نور کے۔ پھر اللہ جل جلالہٗ نے چاہا کہ تخلیق ظہور پذیر ہو۔ چنانچہ اس نے اس نور کو چار حصّوں میں تقسیم کیا، پہلے حصّے سے اس نے قلم بنایا، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش معلّٰی کی تخلیق فرمائی۔ جب اللہ جل جلالہٗ نے لوح و قلم کی تخلیق فرمائی تو قلم پر ایک سو نشان تھے اور فاصلہ ہر نشان کا دوسرے سے دو سال کی مسافت تھا اور پھر رب کائنات نے قلم کو لکھنے کا حکم دیا اور قلم نے پوچھا ''اے ربِّ کائنات، میں کیا لکھوں؟''۔ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ''لکھ: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ''۔ اس پر قلم بے اختیار پکار اُٹھا ''کیا ہی عظیم ہے یہ نام، کیا ہی خوبصورت ہے یہ نامِ محمد ﷺ کہ اے خدا تیرے با برکت نام کے ساتھ لکھا جا رہا ہے''۔ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ''اے قلم، ادب ملحوظِ خاطر رکھ! یہ نام میرے محبوب ﷺ کا نام ہے۔ اسی کے نور سے میں نے عرش معلّٰی کی تخلیق کی ہے اور لوح و قلم کی اور تو بھی اسی نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو میں ایک شے بھی تخلیق نہ کرتا''۔

جب اللہ جل جلالہٗ نے یہ الفاظ کہے تو قلم رب ذوالجلال کی ہیبت سے دو ٹکڑے ہو گیا اور اس کا وہ حصّہ جہاں سے اس کی آواز نکل رہی تھی بند ہو گیا اور آج تک اس کی نوک دو حصّوں میں منقسم ہے اور بند ہے اور وہ لکھتا نہیں اور یہ نشانی ہے اس رازِ عظیم کی۔

> **چنانچہ ہر کوئی جان رکھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان کو ملحوظِ خاطر رکھنے میں کوئی کمی نہ ہو اور کوئی بھی آپؐ کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے میں سستی نہ دکھائے اور آپؐ کے سکھائے ہوئے مبارک طریق کی خلاف ورزی کا مرتکب نہ ہو۔**

اور پھر رب ذوالجلال نے قلم کو ایک بار پھر لکھنے کا حکم دیا۔ ''میں کیا لکھوں یارب ذوالجلال'' قلم نے پوچھا۔ ربِّ کائنات نے فرمایا ''لکھ، وہ جو روزِ قیامت تک رہے گا''۔ قلم نے کہا ''اے ربِّ ذوالجلال! کس چیز سے شروع کروں؟''۔ فرمایا ''ان الفاظ سے شروع کر: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم''۔ قلم نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ یہ الفاظ لوح محفوظ پر لکھنا شروع کئے اور سات سو سال میں انہیں لکھنا مکمل کیا۔ جب قلم یہ الفاظ لکھ چکا تو ربِّ ذوالجلال نے فرمایا ''تجھے میرے ناموں میں سے تین ناموں کو لکھنے میں سات سو سال لگے: اللّٰہ، الرحمٰن اور الرحیم۔ یہ الفاظ مبارک میں نے اپنے محبوب محمد ﷺ کی امّت کے لیے بطور تحفہ بنائے ہیں۔

مجھے اپنی کبریائی کی قسم! جب بھی اس امّت کا کوئی بندہ بسم اللّٰہ کے الفاظ پڑھے گا خالص نیّت کے ساتھ، میں اس کے لئے سات سو سال کا بے حساب اجر لکھ دوں گا اور سات سو سال کے برابر گناہ معاف کر دوں گا''۔

پھر اللّٰہ تبارک و تعالیٰ نے اس نور کے چوتھے حصّے کو مزید چار حصّوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصّے سے اس نے عرش بردار ملائکہ، دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے فرشتے تخلیق کیے۔ چوتھے حصّے کو اللّٰہ جلّ جلالہٗ نے پھر چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ پہلے سے سمٰوات، دوسرے سے ارض اور تیسرے سے جن اور آگ تخلیق کئے۔ چوتھے حصّے کو اللّٰہ جلّ جلالہٗ نے پھر چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصّے سے وہ نور تخلیق کیا جو مومنین کے چہرے پر جھلکتا ہے، دوسرے سے ان کے قلب کا نور تخلیق کیا اور اُن کے قلوب کو علم سے بھر دیا، تیسرے سے ان کی زبانوں کا نور تخلیق کیا جو نورِ توحید ہے اور چوتھے حصّے سے روحِ محمد صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم کے مختلف انوار تخلیق کئے۔

اس روح پرنور، روح جمیل کا وجود نہایت ہی جمیل ہے اور بالکل منفرد اور نرالے مادے سے بنی ہے۔ اس کا سَر ہدایت، اس کی گردن عجز، اس کی نگاہ حیاء اور اس کی پیشانی قربِ الٰہی سے بنی ہے۔ اس کا دہنِ مبارک صبر، اس کی زبان صدق، اس کے رخسار محبّت و نصیحت، اس کا شکم فقر، اس کے پائے مبارک اور گھٹنے صراط مستقیم کی پیروی سے بنے ہیں اور اس کا قلب مبارک رحم سے بھر دیا گیا۔ اس روح محترم کو رحمت سکھائی گئی اور ہر طرح کی کرامات سے مزیّن کیا گیا۔ اس کو اس کا پیغام دیا گیا اور اس کی پیغمبرانہ صفات دی گئیں اور پھر تاجِ قربِ حق اس کے سر مبارک پر رکھا گیا، تمام خلق سے بلند تر اور رضائے ربّانی سے مزیّن اور اُس روحِ مبارکہ کو حَبِیْبُ اللّٰہ کا نامِ مقدّس دیا گیا۔

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسولَ اللّٰہ
و علیٰ اٰلک و اصحابک یا حبیبَ اللّٰہ

تالیف: عثمان منیر سراجی حقانی صاحب

مُہرِ نبوت

مُہر نبوّت ایک معجزہ اور علامت نبوّت کے قبیل سے ہے- آپﷺ خاتم النبین ہیں- اسی وجہ سے آپﷺ پر اللّٰہ تعالیٰ نے ختم نبوّت کی مُہر چسپاں کی- سائبؓ بن یزید فرماتے ہیں کہ میں آپﷺ کی پُشت کی جانب گھوما تومیں نے آپﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مُہر نبوّت دیکھی (بخاری شریف)- عبد اللّٰہؓ بن سرجس فرماتے ہیں کہ میں نے آپﷺ کے ساتھ کھانا بھی کھایا- آپﷺ کی زیارت بھی کی اور آپﷺ سے دعا کی درخواست کی پھر میں آپﷺ کی پُشت کی جانب گھوما تو میں نے مُہر نبوّت کو دیکھا دونوں مونڈھوں کے درمیان میں بائیں مونڈھے کی نرم ہڈی سے قریب تھی (مسلم شریف)- سیدنا علیؓ جب آپﷺ کی صفات بیان کرتے تو یہ بھی بیان فرماتے کہ حضورِ اکرمﷺ کے دونوں مونڈھوں کے مابین مُہر نبوّت تھی اور آپﷺ خاتم النبین تھے (شمائل ترمذی)-

مُہر نبوّت حضورﷺ کے بدن مبارک پر پیدائش ہی کے وقت سے تھی جیسا کہ فتح الباری نے سیّدہ عائشہؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے اور پردہ فرمانے کے وقت تک مُہر نبوّت باقی رہی- وفات کے بعد باقی نہیں رہی تھی- چنانچہ آپﷺ کی وفات پر جب بعض صحابہؓ کو تردّد ہوا تو سیّدہ اسماءؓ بنت ابی بکر نے حجرہ میں جا کر آپﷺ کی مُہرنبوّت کو دیکھا تو وہ غائب ہو چکی تھی- اس سے انہوں نے آپﷺ کی وفات پر اعتماد و استدلال کیا تھا (ملخص خصائل نبوی)-

ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیاہے کہ اس پر ’’محمد رسول اللّٰہ‘‘ لکھا ہوا تھا- بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر یہ جملہ لکھا ہوا تھا ’’سر فانت المنصور‘‘ یعنی تم جہاں چاہے جاؤ تمہاری مدد کی جائے گی لیکن محدّثین کے یہاں اس بارے میں صحیح اور پختہ روایت کوئی ثابت نہیں ہے (خصائل نبوی)-

مُہرِ نبوّت کی کیفیت کے بارے میں کئی طرح کی روایات ہیں- اصل بات یہ ہے جو قرطبیؒ نے کہی ہے کہ مُہر نبوّت گھٹتی بڑھتی رہتی تھی- نیز رنگ میں بھی مختلف ہوتی رہتی تھی- اس لئے جس صحابیؓ نے جس حالت پر دیکھا بیان کر دیا- دوسری بات جو مولانا زکریاؒ صاحب نے کہی ہے کہ ہر شخص چیز کو دیکھ کر اپنے ذہن کے اعتبار سے جس چیز کے ساتھ تشبیہ دینا مناسب سمجھتا ہے دیتا ہے اس لئے مختلف کیفیت بیان کر دیں (خصائل نبوی)- چنانچہ جابرؓ بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپﷺ کی مُہر نبوّت کو دونوں شانوں کے درمیان دیکھا تو (رنگ میں) سرخ رسولی جیسی تھی اور مقدار میں کبوتری کے انڈے جیسی تھی (شمائل ترمذی)- سائبؓ بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے دونوں مونڈھوں کے مابین مُہر نبوّت دیکھی جو چھپر کھٹ (مسہری) کی گھنڈیوں جیسی تھی (بخاری شریف)-

عبد اللّٰہؓ بن سرجس بیان کرتے ہیں کہ میں نے مُہر نبوّت کو دیکھا وہ (مقدار میں) مُٹھی کی مانند تھی اور اس کے چاروں طرف تِل تھے جو مسوں کی طرح لگتے تھے اور مُہر نبوّت کے چاروں طرف بال تھے (مسلم شریف)-

علبا بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو عمرؓ بن اخطب انصاری نے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپﷺ نے مجھ کو کمر مَلنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ میں نے کمر مَلنی شروع کی تو اتفاقاً میری انگلی مُہر نبوّت پر لگ گئی۔ علبا نے پوچھا کہ مُہر نبوّت کیا چیز تھی؟ عمرؓ بن اخطب نے جواب دیا کہ بالوں کا مجموعہ تھا (شمائل ترمذی)۔

حدیثِ دل

بابا فرید گنج شکر رحمت اللہ علیہ نے فرمایا: میرے پاس دو علم تھے، ایک علمِ دل اور دوسرا علمِ سینہ۔ علمِ دل علاؤ الدینؒ کو دے دیا اور علمِ سینہ نظامؒ کو۔

حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانی رحمت اللہ علیہ

یہ سے کدۂ مصطفیٰ ہے، یہاں دعوتِ عام ہے۔ مگر جب سے تقسیم ہوتی ہے تو ہر کسی کے کاسہ کے مطابق۔

حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانی رحمت اللہ علیہ

سماع کی چار اقسام ہیں: حلال، حرام، مکروہ اور مباح۔ اگر صاحبِ وجد کو حق کی طرف زیادہ میلان ہو تو اس کے لیے سماع مباح ہے۔ اگر میلان مجاز کی طرف زیادہ ہو تو سماع اس کے لیے مکروہ ہے۔ اگر دل بالکل مجاز کی طرف ہو تو سماع اس کے لیے حرام ہے اور اگر میلان طبع بالکل حق کی طرف ہو تو سماع اس کے لیے حلال ہے۔

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمت اللہ علیہ

حُلیہ مبارک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جمال مبارک کو کماحقّہ' تعبیر کر دینا ناممکن ہے نور مجسّم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے۔ چنانچہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ انسان حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔ بہرحال صحابہ کرامؓ کا اُمّت پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے علوم و معارف کے ساتھ ظاہری حسن و جمال کو بھی ضبط و محفوظ فرما کر اُمّت تک پہنچایا۔

قد مبارک

بخاری شریف: سیدنا علیؓ و انس بن مالکؓ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نہ آپ ﷺ لمبے تڑنگے تھے نہ پست قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ سیدنا انسؓ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ "ازہر اللون" تھے یعنی سرخی مائل سفیدی۔ شمائل ترمذی: ہندؓ بن ابی ہالہ جو سیدہ خدیجہؓ الکبریٰ کے پہلے شوہر کے صاحبزادے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حلیہ کے بیان کرنے میں تمام صحابہؓ میں ماہر تھے۔ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا قد میانہ پن کے ساتھ کسی قدر لمبائی کی طرف مائل تھا۔ سیدنا علیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رنگ گورا گلابی تھا۔

بدن مبارک

شمائل ترمذی: سیدنا ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا رنگ مبارک بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ اس قدر حسین اور صاف شفاف تھے گویا چاندی سے آپ ﷺ کا بدن مبارک ڈھالا گیا تھا۔ سیدنا علیؓ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حلیہ شریف بیان فرماتے تو کہتے: آپ ﷺ موٹے بدن والے نہ تھے۔ سیدنا ابو طفیل عامر بن واصلہؓ فرماتے ہیں: آپ ﷺ درمیانہ جسم والے تھے۔ ہندؓ بن ابی ہالہ کا بیان ہے: آپ ﷺ کا بدن مبارک گٹھا ہوا تھا۔ اسوۂ رسول ﷺ: مدراج النبوہ میں ہے ابو ہریرہؓ ہی فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ خوب صورت کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا نبی کریم ﷺ کے رخسار مبارک میں سورج تیر رہا ہے (صفائی و چمک کی وجہ سے) جب نبی کریم ﷺ مسکراتے تھے تو دیواروں پر اس کی چمک پڑتی تھی۔

سر مبارک

شمائل ترمذی: ہندؓ بن ہالہ اور سیدنا علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کا سر مبارک اعتدال کے ساتھ اور لوگوں کے مقابلے میں قدرے بڑا تھا۔

چہرۂ انور

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہؓ کے دو شعر ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے: ”زلیخا کی سہیلیاں اگر حضورﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کی بجائے دلوں کو کاٹ ڈالتیں“۔ شمائل ترمذی: ہندؓ بن ابی ہالہ بیان فرماتے ہیں: نبی کریمﷺ کا چہرۂ انور دیکھنے والوں کی نظر میں عظیم بزرگ اور دبدبہ والا تھا اور آپﷺ کا چہرہ بدر کامل کی طرح چمکتا تھا۔ سیدنا علیؓ کا بیان ہے: ”کان فی وجهه تدویر ما“ (آپﷺ کا چہرہ مبارک قدرے گولائی لئے ہوئے تھا)۔ بخاری شریف: سیدنا براءؓ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح شفاف تھا انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا اور گولائی لئے ہوئے تھا۔

دَہَن مبارک

مسلم شریف: سیدنا جابر سمرہؓ آپؐ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے گویا ہیں: آپﷺ کا دَہَن مبارک کشادہ یعنی کھلا ہوا تھا، تنگ منہ نہیں تھا اور اہل عرب تنگ منہ کو برا سمجھتے ہیں۔ کشادہ اور فراخ دہنی کو ممدوح سمجھتے ہیں۔

دندان مبارک

مشکوۃ اور شمائل ترمذی: سیدنا ہندؓ بن ابی ہالہ، حلیہ مبارک کے ماہر، فرماتے ہیں: نبی کریمﷺ ”مفلج الاسنان“ تھے۔ آپﷺ کے دندان مبارک باریک تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا۔ تبسّم فرماتے وقت آپﷺ کے دندان اولے کی طرح سفید چمک دار ظاہر ہوتے تھے۔ سیّدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمﷺ کے سامنے کے دانت الگ الگ تھے یعنی ان میں ریخیں تھیں۔ گنجان نہیں تھے جب سرکارﷺ تکلّم فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور جیسی چمک نکلتی محسوس ہوتی تھی۔ خصائل نبویﷺ: علامہ مناویؒ کا قول ہے یہ کوئی حِسّی چیز تھی جو بطور معجزہ کے سرکارﷺ کے دندان مبارک کے درمیان سے ظاہر ہوتی تھی۔ الغرض حلیہ مبارک میں ہر چیز کمال حُسن کو پہنچی ہوئی تھی۔

پیشانی مبارک

خصائل نبوی: نبی کریمﷺ کی پیشانی مبارک دو صفتوں کے ساتھ متّصف تھی۔ ایک تو برابر آگے کہ ابھری ہوئی نہ تھی۔ چنانچہ سیدنا علیؓ ارشاد فرماتے ہیں: آپﷺ پست پیشانی والے تھے۔ سیّدنا ابی بن ہالہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریمﷺ ”واسع الجبین“ تھے۔ یعنی آپﷺ کی پیشانی مبارک اور لوگوں کے مقابلے میں قدرے کشادہ تھی جو ہوش مندی کی علامت ہے۔

ناک مبارک

شمائل ترمذی: ہندؓ بن ابی ہالہ بیان فرماتے ہیں: آپﷺ کی ناک مبارک چپٹی پھیلی ہوئی نہ تھی بلکہ

بلندی مائل تھی (اوپر کو اٹھی ہوئی تھی) اور اس پر ایک چمک اور نور تھا۔ شروع میں دیکھنے والا آپﷺ کو بڑی ناک والا خیال کرتا تھا مگر بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ زیادہ بلند نہ تھی۔

آنکھیں مبارک

سیدنا جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: نبی کریمﷺ "اشکل العین" تھے۔ اس کا ترجمہ کچھ لوگوں نے لمبی لمبی آنکھوں والا جبکہ زیادہ تر نے آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہونا کیا ہے۔ شمائل ترمذی: سیدنا جابرؓ فرماتے ہیں: جب میں آپﷺ کی زیارت کرتا تو دل میں یہ سوچتا کہ آپﷺ سُرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ اس وقت سُرمہ لگائے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ سیدنا علیؓ آپﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: آپﷺ "ادعج العینین" تھے یعنی آپﷺ کی آنکھوں کی پتلیاں خوب کالی اور سیاہ تھی۔

پلکیں مبارک

شمائل ترمذی: سیدنا علیؓ بیان فرماتے ہیں: آپﷺ "اھدب الاشفار" (یعنی لمبی لمبی پلکوں والے تھے)۔ نیز پلکیں لمبی ہونے کے ساتھ گھنی گنجان بھی تھیں۔ اسی وجہ سے آپﷺ کی آنکھیں دیکھنے میں ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے سرمہ لگائے ہوئے ہوں جیسا کہ سیدنا جابرؓ کی روایت بیان ہو چکی ہے۔

رخسار مبارک

شمائل ترمذی: سیدنا ہندؓ بن ابی ہالہ حلیہ مبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آپﷺ کے رخسار مبارک گُداز اور ہلکے گوشت لٹکے ہوئے تھے۔ سیدنا علیؓ ارشاد فرماتے ہیں: آپﷺ کے رخسارمبارک نہ بہت زیادہ گوشت والے تھے نہ ہی آپﷺ کی تھوڑی چھوٹی تھی (بلکہ اعتدال کے ساتھ رخسار و تھوڑی برابر تھی)۔ الغرض چہرہ مبارک میں کسی طرح کا نقص نہ تھا کہ دیکھنے میں بد نما معلوم ہو۔

ریش اور مونچھ مبارک

شمائل ترمذی: آپﷺ کی داڑھی مبارک گھنی اور گنجان تھی۔ اتنی گہری اور گنجان تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔ ہندؓ بن ابی ہالہ فرماتے ہیں: آپﷺ "کث اللحیہ" تھے یعنی آپﷺ کی داڑھی مبارک بھر پور اور گنجان بالوں کی تھی۔ اسوۂ رسولﷺ: کتاب الشفاء للقاضی عیاض میں ہے: آپﷺ کی ریش مبارک کے بال اس کثرت سے تھے کہ سینہ مبارک کو بھر دیتے تھے سیرۃ المصطفیﷺ: آپﷺ داڑھی مبارک کو بالکل نہیں کترواتے تھے البتہ گاہ بگاہ جو بال زائد ہو جاتے تھے ان کو کتروا دیتے تا کہ صورت بد نما معلوم نہ ہو۔ مسلم شریف: سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کے داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔

بھویں مبارک

شمائل ترمذی: سیدنا ہندؓ بن ابی ہالہ آپﷺ کی ابرو کا حال بیان فرماتے ہیں: آپﷺ کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے اور دونوں ابرو جدا جدا تھے درمیان میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے اور ان دونوں ابرو کے بیچ میں اک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔

سر کے بال مبارک

بخاری شریف، شمائل ترمذی: سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ آپﷺ کے بال نہ بالکل پیچ دار تھے کہ بد نما معلوم ہوں اور نہ بالکل سیدھے بلکہ ہلکے سے پیچ دار اور گھنگھریالہ پن لئے ہوئے تھے۔ سیدنا علیؓ جب آپﷺ کے حلیہ بیان کرتے تو فرماتے: آپﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچ دار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ خصائل نبویﷺ: آپﷺ کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے ورنہ اکثر بال رکھا کرتے تھے۔ آپﷺ کے بالوں کی لمبائی میں تین طرح کی روایات ہیں۔ بخاری شریف میں سیدنا براء عازبؓ کا بیان ہے کہ آپﷺ کے بال کانوں تک آتے تھے۔ شمائل ترمذی کے مطابق دوسری حالت سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: میں اور آپﷺ ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے اور آپﷺ کے بال مبارک ایسے پٹھوں سے جو کان کی لَو تک ہوں ان سے زیادہ تھے اور جو پٹھے مونڈھوں تک ہوتے ہیں ان سے کم تھے۔ یہ حالت سیدنا انسؓ سے مسلم شریف میں بھی درج ہے۔ شمائل ترمذی اور بخاری شریف کے مطابق تیسری حالت سیّدنا براءؓ کی دوسری روایت میں ہے: میں نے کسی پٹھوں والے کو سرخ جوڑے میں آپﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپﷺ کے بال مبارک مونڈھوں کو چھو رہے تھے۔

گردن مبارک

شمائل ترمذی: ہندؓ بن ابی ہالہ آپﷺ کے حلیہ مبارک کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: آپﷺ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوتی ہے۔

مونڈھے سینہ اور بطن مبارک

شمائل ترمذی: سیدنا علیؓ بیان فرماتے ہیں: آپﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ موٹی اور پُر گوشت تھی۔ سیدنا ہندؓ بن ہالہؓ بیان فرماتے ہیں: آپﷺ کے دونوں مونڈھوں کے اوپر بال بھی تھے۔ سیّدنا علیؓ اور ہندؓ بن ابی ہالہ دونوں بیان فرماتے ہیں: آپﷺ کے حلق سے لے کر ناف تک سینہ اور بطن کے درمیان بالوں کی باریک لکیر تھی جس طرح چھڑی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بطن مبارک بالوں سے بالکل صاف تھا۔ ہندؓ بن ابی ہالہ فرماتے ہیں: آپﷺ "عَرِیۡضُ الصَّدۡرِ" (یعنی چوڑے سینے والے تھے) اور آپﷺ کے سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال بھی تھے یعنی دونوں چھاتیاں بالوں سے خالی تھیں۔ الرحیق المختوم: ہندؓ بن ابی ہالہؓ بیان فرماتے ہیں: آپﷺ "سَوَاءُ الۡبَطۡنِ وَ الصَّدۡرِ" تھے یعنی بطن مبارک سینہ کے ہموار تھا توند نکلی ہوئی نہ تھی نیز ام معبد خزاعیہؓ نے جو اپنے شوہر کو نقشہ بتلایا تھا وہ فرماتی ہیں: آپﷺ میں توندلے پن کا عیب نہ تھا بلکہ

آپﷺ کا جسم مبارک جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر تھا۔ بخاری شریف: سیدنا براءؓ بن عازب فرماتے ہیں: آپﷺ کے کندھوں کے مابین کچھ فصل تھا۔

دست، کلائیں اور بازو مبارک

شمائل ترمذی: ہندؓ بن ابی ہالہؓ ارشاد فرماتے ہیں: آپﷺ کی ہتھیلیاں فراخ یعنی کشادہ اور پُر گوشت یعنی گداز تھیں۔ سیدنا علیؓ اور ہندؓ بن ابی ہالہؓ دونوں کا بیان: آپﷺ کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی موٹی تھیں۔ ہندؓ بن ابی ہالہؓ فرماتے ہیں: آپﷺ کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ بخاری شریف: سیدنا انسؓ آپﷺ کے خادم خاص بیان کرتے ہیں: میں نے کبھی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو آپﷺ کے با برکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ الرحیق المختوم: ہندؓ بن ابی ہالہؓ آپﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوے فرماتے ہیں: آپﷺ "اَشعَرَ الزِّرَاعَینِ" تھے یعنی دونوں بازؤں پر بال تھے اور فرماتے ہیں: آپﷺ "طَوِیلُ الذَّنذَ یُن" تھے یعنی لمبی کلائیوں والے تھے اسی طرح "خلاصة السیر" میں ہے کہ آپﷺ کی کلائیا ں بڑی بڑی یعنی لمبی تھی۔

بغلیں مبارک

بخاری شریف: آپﷺ کی بغلیں مبارک بالکل صاف شفاف اور چمکدار تھی چنانچہ سیدنا انسؓ فرماتے ہیں کہ دعاء استسقاء میں آپﷺ ہاتھ اتنے زیادہ بلند فرماتے تھے کہ آپﷺ کی بغل مبارک کی سفیدی چمکتی تھی۔ اسی طرح ابو موسیٰؓ ارشاد فرماتے ہیں: آپﷺ نے ایک مرتبہ دعا فرمائی تو ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ آپﷺ کی بغل نظر آنے لگی۔

ایڑی اور پنڈلی مبارک

شمائل ترمذی: سیدنا جابرؓ فرماتے ہیں: آپﷺ کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں اور آپﷺ کی پنڈلی مبارک پر بال نہیں تھے۔ بخاری شریف: عونؓ بن ابی حجیفہ فرماتے ہیں: آپﷺ خیمہ سے باہر تشریف لائے، آپﷺ کی پنڈلی مبارک چمک رہی تھی۔

قدمین مبارک

شمائل ترمذی: سیدنا علیؓ ارشاد فرماتے ہیں: آپﷺ کے قدم مبارک گداز اور پُر گوشت تھے۔ ہندؓ بن ابی ہالہ کا بیان ہے: آپﷺ کے قد م مبارک (پُر گوشت ہونے کے ساتھ ساتھ) ہموار اور سُتھرے(چکناہٹ لیے ہوئے) تھے۔ ان کی ملائمت اور ستھرائی کی وجہ سے پانی ان پر سے فوراً ڈھل جاتاتھا۔ ہندؓ بن ابی ہالہؓ فرماتے ہیں: آپﷺ کے تلوے مبارک قدرے گہرے تھے۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ

(قرآن وسنت کی روشنی میں)

قرآن مجید کی روشنی میں:

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے انوار و فیوض نے عالمِ انسانیت کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کے اجالوں کو خوگر بنا دیا۔ حضور علیہ السلاۃ کی رحمت بے کراں کے فیوض و برکات نے ہر خاص و عام کو یکساں لطف سے شاد کام کیا۔ آپ ﷺ کے خلق عظیم نے پتھر دلوں کو موم کر دیا۔ آپ ﷺ کے لطف و کرم نے مایوس انسانوں کو جینے کا سلیقہ بخشا۔ آپ ﷺ کی رحمتہ اللعالمینی نے مجبوروں، مقھوروں کو حیاتِ نَو کی نوید عطا کی۔ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ نے زندگی کی شاہراہ پر فکر و عمل کے ایسے چراغ روشن کئے جن کی روشنی کبھی ماند نہیں پڑے گی اور عالمِ انسانیت کے قافلے جب بھی اس لازوال روشنی میں اپنی منزل کا تعیّن کرتے ہیں تو ان کا سفر آسان سے آسان تر ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ کے محاسن و اوصاف انسانی فہم و شعور کی آخری حدوں سے بھی ماوریٰ ہیں۔ ہر آنے والا دَور اپنی فکر و بصیرت کی بساط بچھا کر خدا کے محبوب برحق کی عظمتوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو لاکھ کوشش کے باوجود اسے اس عجز کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔

سفینہ چاہئے اس بحرِ بے کراں کے لئے

حضور ﷺ کی توصیف و ثنا میں اس کثیر تعداد میں تصانیف پیش کی گئی ہیں کہ صرف ان کے نام گنوانے لگیں تو عمر عزیز کا ایک حصہ بسر ہو جائے۔ حضور ﷺ کا سب سے بڑا مدح خواں خود رب تعالیٰ اور آپ ﷺ کی توصیف کا سب سے بڑا ماخذ کلام ربّانی یعنی قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ مقدّس کلام ہے جو حضور ﷺ کی معرفت ہم تک پہنچا۔ قرآن مجید شان رسالت ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ہے اسی لئے حضور ﷺ کو قرآن ناطق کہا جاتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت مقدّسہ کا ذکر ہوتا ہے تو ہر صاحب ایمان کا سر خدا کے حضور فرط تشکر سے خم ہو جاتا ہے اور جبین ہستی سجدہ ہائے شکر ادا کرتے نہیں تھکتی کہ خدا نے اپنے محبوب ﷺ کو کائنات میں مبعوث فرما کر دکھی انسانیت کے غم و آلام کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مداوا کر دیا۔ آپ ﷺ کی ولادت با سعادت کی صبح سعادت آفریں پر ابد تک کی صبحیں نثار کہ اسی صبح سعادت نے بے کسوں، مجبوروں اور بے بسوں کی پریشاں حالی کو دور کرنے کی خاطر اپنے دامن سے امید و رجا کا وہ مہر جہاں افروز طلوع کیا جس نے خاک نشینوں کو آداب شہنشاہی کا سلیقہ عطا کر دیا۔

حضور ﷺ کا میلاد مقدس قرآن کے دلآویز متن کی زینت بنا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں شان میلاد

مصطفیٰ ﷺ کا اوّلین اظہار یوں ہوتاہے: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَ اَقْرَرْ تُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ﴿﴾ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (پ ۳، آیت ۸۲،۸۱)۔ ترجمہ: اور جب اللّٰہ نے نبیوں سے عہد و میثاق لیا کہ جب میں تمھیں کتاب و حکمت سے سرفراز فرماؤں اور پھر تمھارے پاس میرے محبوبؐ تمھاری تصدیق فرمانے تشریف لائیں تو تم ضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے۔ فرمایا کہ تم نے اقرار کر لیا اور اس پر پکے ہو گئے۔ سب نبیوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو گواہ ہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں جو کوئی اس کے بعد اپنے عہد سے پھریں گے تو وہ فاسقوں سے ہوں گے۔“

ازل کی حسین اور لازوال ساعتوں میں یہی وہ عہد تھا جو ربّ کریم نے باری باری کائنات میں تشریف لانے والے انبیاء و رسل کی ارواح مقدّسہ سے لیا تھا اور خود کو شاہد ٹھہرا کر ان انبیاء و رسل کو اس حقیقت کا پابند کر دیا تھا کہ اگر ان کی زندگیوں میں مطلوب دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے تو پھر انہیں اپنی نبوّت سے دستبردار ہو کر نبوت محمدی ﷺ کو اپنانا ہوگا اور انہی کی شریعت کی پیروی کرنی ہو گی۔ میثاق انبیاء کی یہ محفل اس قدر پاکیزہ و دلآویز اور ایمان آفریں تھی کہ امیر خسروؒ بے اختیار پکار اٹھے۔

نمی دانم چہ منزل بود شب جا ئیکہ من بودم
بہر سُو رقص بسمل بود سب جا ئیکہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمدؐ شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

یہ ہستی کہ جس کی نبوت کو عالمگیر اور جس کے پیغام کو ہمہ گیر بنانے کے لیے میثاق انبیاء کا اہتمام کیا گیا تھا وہی ذات والا صفات ہے کہ جس کے نور کے ظہور کی خاطر بزم دو عالم سجائی گئی۔ اگر نورِ مصطفوی ﷺ کا ظہور نہ ہونا ہوتا تو نہ زمین کا فرش بچھایا جاتا اور نہ ہی آسمانوں کا سائبان ٹکایا جاتا۔ یہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب، تحت و فوق، چاند ستاروں کی ضوباری، گل و گلزار کی مہکباری، آبشاروں کا ترنم پہاڑوں کی سر بلندیاں، دشت و جبل کی ہیبت، سمندروں کی وسعت، سبزہ و گل کی لہلہاہٹ، غرضیکہ کہ پوری کائنات کا وجود ذات مصطفیٰ ﷺ کا مرہون منت ہے کہ اگر میلاد مصطفیٰ ﷺ کا اہتمام نہ ہوتا تو عالم انسانیت کے جدّ اعلیٰ سیدنا آدم علیہ السلام کو بھی وجود عطا نہ ہوتا۔ حتّٰی کہ خدا بھی اپنا خدا ہونا ظاہر نہ کرتا۔

”انوار محمدیہ ﷺ“ میں امام یوسفؒ ینہانی ارشاد خداوندی نقل کرتے ہیں: ”لولاہ و ما خلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضا“ (مدراج النبوت، زرقانی از محمدؒ بن عبدالباقی، جواہر اسجار، مواہب اللد ینیہ وغیرہ)۔ ترجمہ: ”اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا اور نہ ہی آسمانوں اور زمینوں کہ پید ا کرتا“ (خدا کا حضرت آدمؑ کو جواب)۔

وصل اللّٰہ علی نور کزوشد رہا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک در نور او شیدا

حضورﷺ کی ذات گرامی ہی نجات دہندہ عالم تھی، یہی ہستی وحشت و بربریت کی آگ بھڑکانے والی طاغوتی طاقتوں کے غرور کو خاک میں ملا کر امن و سلوک کے گلاب اگانے والی تھی۔ یہی ہستی مقصود عالم تھی اور یہی وہ ذات والا صفات تھی جس کا انتظار کرتے کرتے بزم عالم کی آنکھیں پتھرا چلی تھیں۔ اسی ذات قدسی کی نوید جملہ انبیاء و رسل ایک دوسرے کو دیتے آرہے تھے اور ہر پیغمبرؑ تمام عمر آپﷺ کا انتظار کرتا اورجب اس کائنات خاکی سے رخصت ہونے کا وقت آتا تو اپنے جانشینوں کو محبوب خدا حضورﷺ کے بارے میں بشارت اور نشانیوں سے آگاہ کرتے ہوئے وصیت کرتا کہ اگر وہ پیغمبر آخر الزماںﷺ کہ جن سے بڑھ کر خدا کو اور کوئی ہستی محبوب نہیں ہے تمہاری زندگی میں آ جائیں تو بلا تاخیر ان کے دست حق پرست پر بیعت کر کے اپنی نجات اور سرخروئی کا سامان مہیا کر لینا، تمام زندگی اس رسولﷺ موعود کے پا بہ رکاب رہنا اور باطل قوتوں کے مقابلہ میں اس کا پورا پورا ساتھ دینا۔ یہی وہ عہد تھا جو خدا نے پیغمبروںؑ سے لیا تھا اور جملہ رسل اس عہد کو امانت الٰہی سمجھ کر آئندہ نسلوں کو پوری دیانتداری سے منتقل کر رہے تھے۔ انبیائے کرامؑ نے اس عہد کی کس طرح پاسداری کی اس کا اندازہ حضرت آدم علیہ السلام کی اس وصیت سے ہوتا ہے۔

جب سیّدنا آدم علیہ السلام کو اپنے آخری وقت یعنی انتقال کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے بیٹے مجھے اللّٰہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تم سے نور محمدﷺ کے بارے میں عہد لوں جو تمہاری پیشانی میں جلوہ گر ہے کہ تم اس کو پاکیزہ ترین عورت کی طرف منتقل کرنا (محدث ابن جوزی، علامہ بکرمؒ، بیان المیلاد النبوی ص ۲۰، کتاب الا نورو مصباح الروص ۱۶۷)۔

سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک پوری کائنات انسانیت میلاد مصطفیٰؐ کے تذکار میں مصروف تھی کہ ہر صاحب ایمان کی یہی آرزو تھی کہ وہ نبی کریمﷺ کے موعود کے استقبال میں بازی لے جائے جو وجہ تخلیق کائنات ہے بشارت (۷) یوحنا کی انجیل باب ۱۶ میں ہے: ”لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کے میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارہ میں قصور وار ٹھہرائے گا۔“

قرآن مجید نے انجیل کی اس بشارت کی گواہی ان الفاظ میں دی: وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًام بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْم بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ط (سورۃ والصف آیت ۶)۔ ترجمہ:” (اور یاد کرو کہ) جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا: اے بنی اسرائیل میں اللّٰہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمہاری طرف (میں) تصدیق کرتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور ان کا اسم گرامی احمد

ہو گا۔"

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام بھی مولود مصطفوی کے لئے خدائے کریم سے دعا فرما چکے تھے کہ الٰہی اس رسول عظیمﷺ کو مبعوث فرما دے جو گمراہوں کو تیری طرف بلائے اور تیری آیات اور نشانیاں بتا کر انہیں تیری طرف راغب کرے۔ سیّدنا ابراہیمؑ نے دعا مانگی تھی: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (البقرہ ۱۲۹)۔ ترجمہ:" اے ہمارے رب اس جماعت کے اندر ان ہی میں سے ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کر دیجیے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیا کرے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے اقوال اور مناجاتوں کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی پاکﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: "اخبرنا عن نفسک" (ہمیں اپنی ذات والا صفات کے متعلق فرمائیے) تو حضورﷺ پُر نور علیہ الصلوۃ و السلام نے ارشاد فرمایا: "انا دعوۃ ابی ابراہیم و بشری عیسے علیہ السلام ورات امی حین حملت بی انہ خرج منہا نور ضائت لہ قصور الشام"۔ ترجمہ:" میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور جب میر ی والدہ ماجدہ مجھ سے حاملہ ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نور کا ظہور ان سے ہوا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور وہ نور میں ہوں" (دلائل النبوۃ بیہقی ص ۱۱، داری شریف ص ۱۷، خصائس الکبری ص ۱۴۴، تفسیر ابن کثیر ۳۲۰، البدایہ والنہایہ ص ۲۷۵، مشکوۃ شریف)۔

اب اس نور اوّلین کے ظہور کا وقت قریب آ چلا تھا جس سے صبح ازل ضوفگن ہوئی تھی۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ "قد جا ء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین" (پ ۶ ایت ۱۵)۔ ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللّٰہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

پھوٹا جو سینہ شب تار الست سے
اس نور اوّلیں کا اجالا تمہی تو ہو

اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے اما م فخر الدین رازی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں: بے شک نور سے مراد محمد مصطفیﷺ ہیں (تفسیر کبیر ص ۳۹۵، مطبوء مصر)۔ سید المفسرین سیدنا عبد اللّٰہ بن عباسؓ فرماتے

ہیں: بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی رسول کریم ﷺ (تفسیر ابن عباس ص ۷۲)۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر جلالین میں، امام البرکات عبداللہؒ بن احمد نے تفسیر مدارک میں، امام ابو جعفر محمدؒ بن جریر الطبری نے تفسیر ابن جریر میں امام محمودؒ نے تفسیر روح المعانی میں علامہ اسماعیل حقیؒ نے تفسیر روح البیان میں، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں، علامہ میعن الدین واعظ کاشفیؒ نے تفسیر حسینی میں، حضرت قاضی عیاضؒ نے شفا شریف میں، ملا علی قاریؒ نے موضوعات کبیر میں اور دیگر بے شمار محدثینؒ اور مفسرینؒ نے اس آیت مبارکہ میں نور سے مراد ذات محمدی ﷺ لی ہے۔

اب میلاد مصطفوی ﷺ کی ساعتیں قریب آرہی تھیں، ستم رسید گان ہستی کی مظلومیت کی زنجیریں کاٹنے والے نبی آخر الزماں ﷺ کی ولادت قُدسی کا وقت آپہنچا تھا۔ ان مقدس ساعتوں کا ماجرا محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ سے سنئے۔ آپ تذکار مقدسہ کی روشنی میں لکھتے ہیں: سیدہ طیبہ طاہرہ سرکار مائی آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پیارے فرزند محمد مصطفی ﷺ نے ابھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے کائنات کو مشرف نہیں فرمایا تھا کہ جبریل امینؑ میرے پاس آئے۔ ان کے ہاتھ میں دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار شربت کا پیالہ بھرا ہوا تھا۔ مجھے دیا کہ اسے پی لیں۔ میں نے اس کو پی لیا پھر جبریلؑ نے مجھے کہا کہ سیر ہو کر پیو تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر اس نے کہا اور پیو میں نے اور پیا پھر اس نے ہاتھ نکال کر میرے شکم پر پھیر کر کہا: "اظہر یا سید المرسلین اظہر یا خاتم النبیین اظہر یا رحمۃ اللعالمین اظہر یا نبی اللہ اظہر یا رسول اللہ اظہر یا خیر خلق اللہ اظہر یا نور من نور اللہ بسم اللہ اظہر یا محمد بن عبد اللہ فظھر صلی اللہ علیہ وسلم کالبدر المنیر الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ" (بیان المیلاد النبوی ص۴۵)۔ ترجمہ: "اے رسولوں کے سردار ظہور فرمایئے۔ اے خاتم النبیین جلوہ افروز ہو جایئے۔ اے رحمۃ اللعالمین قدم رنجہ فرمایئے۔ اے خیر الخلق جہاں جلوہ افروز ہو جایئے۔ اے نورمن نور اللہ جلوہ افروز ہو جایئے بسم اللہ اے محمد بن عبد اللہ تشریف لایئے۔ پھر حضور ﷺ پُر نور چودھویں رات کی مانند چمکتے ہوئے جہان میں رونق افروز ہوئے۔ الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ۔"

سبحان اللہ وہ کیا سماں ہو گا، کیا منظر ہو گا۔ مظلوم کیسے ایک دوسرے کو مل رہے ہوں گے۔ مجبوروں کے آنسو کس طرح خود بخود خشک ہو رہے ہو نگے، ویران کو بہاروں کا حُسن عطا ہو رہا ہو گا۔ مایوس دل امید و رجا سے آباد ہو رہے ہوں گے۔ ہر طرف نور و نکہت کی فضا ہو گی، اس حُسن فطرت پر فطرت خود تصدّق ہو رہی ہو گی۔ ولادت مصطفوی ﷺ نے انتظار کی گھڑیاں ختم کر دی تھیں اور وہ وجود مسعود کائنات میں جلوہ افروز ہو چکا تھا جو رحمۃ اللعالمین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ

تبسم ہی تبسم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنم ہی ترنم تھے کنارے جوئباروں کے
بصد انداز یکتائی بغائت شان زیبائی
امین بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

جہاں میں آج جشن عید کا ساماں ہوتا ہے
ادہر ابلیس تنہا اپنی ناکامی پہ روتا ہے

میلاد مصطفیٰ ﷺ کا مفہوم فقط یہی نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت با سعادت کے حالات پر اکتفا کیا جائے۔ اس طرح تو داستان شوق پھیلتی چلی جاتی ہے اور عظمت و شان حضور ﷺ کا بہت بڑا پہلو نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ میلاد مصطفوی ﷺ کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے خصائص کمالات، انعامات، اعزازات کا تذکرہ کیا جائے تا کہ علم انسانیت کو احساس ہو سکے کہ جو شخصیت کائنات اسلامی میں جلوہ گر ہو رہی ہے اس کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ حکم ربّانی ہے: ”واما بنعمة ربك فحدث“۔ ترجمہ: ”اور میری نعمتوں کا چرچا کرو۔“ اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا کی وہ کونسی نعمتیں اور انعامات ہیں جن کا چرچا رب کریم کو مقصود ہے۔ رب کریم سورہ آل عمران میں اپنے حبیب محمد مصطفوی ﷺ کے وجود کو احسان اور انعام عظیم سے تعبیر کر رہے ہیں۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران ۱۶۴)۔ ترجمہ:” حقیقت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر ﷺ کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں بتاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح غلطی پر تھے۔“

گویا آیت مذکورہ کی رو سے حضور علیہ الصلوۃ و السلام کا وجود اقدس اہل ایمان کے لیے خدا کا احسان عظیم اور نعمت کبریٰ ہے اور خدا جب بندوں سے مخاطب ہو کر انہیں اپنی عطا کردہ نعمتوں کا چرچا کرنے اور ذکر عام کرنے کا حکم دیتا ہے تو اس کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس کے محبوب ﷺ کے ذکر کو عام کرنے کے لیے میلاد کی پاکیزہ محافل اور مجالس سجائی جائیں کیونکہ ایک شاعر کے لفظوں میں

فقط اتنا سبب تھا انعقاد بزم ہستی کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی تھی

جب حضور علیہ الصلوۃ و السلام خدا کی طرف سے بندگان خدا کے لیے نعمت کبریٰ ٹھہرے اور امتنان و تشکّر کے نام پر آپ ﷺ کا میلاد منانا اور ذکر عام کرنا حکم خداوندی کی تعمیل ٹھرا تو اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا اپنے محبوب ﷺ کو کس طرح یاد کرتا ہے اور کس محبت اور اپنائیت سے ذکر مصطفیٰ ﷺ کرتا ہے۔ خدا نے بندوں کو ذکر مصطفیٰ ﷺ کا جو بہترین اسلوب عطا کیا وہ بندگان خدا کی طرف سے محبوب خدا ﷺ کی خدمت میں ہدیہ درود و سلام نذر کرنا ہے۔ ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورہ الاحزاب آیت ۵۶)۔ ترجمہ: ”تحقیق اللہ اور اسکے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے

ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی خوب درود اور سلام بھیجو۔"

اس آیت کریمہ میں نہ صرف ربّ کریم نے اپنے محبوبﷺ کے میلاد کے حوالے سے آپﷺ کی شان بیان کرنے کا حق ادا کر دیا ہے بلکہ اپنے ساتھ اپنی کبریائی اورحمد بیان کرنے والے فرشتوں کو شریک کر کے ایمان والوں کو یہ احساس دلایا ہے کہ اگر وہ میلاد رسولﷺ کے حوالے سے امتنان و تشکر سے عہدہ بر آ ہونا چاہتے ہیں تو پھر انہیں خدا اور ملائکہ کی سنّت ادا کرتے ہوئے حضورﷺ پر ہر لحظہ و ہر آن درود و سلام کے تحفے نچھاور کرنے چاہیئں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا اپنے محبوبﷺ پر اس وقت بھی درود و سلام بھیج رہا تھا جب کائنات اور اس سے متعلقہ کوئی چیز تخلیق نہیں ہوئی تھی اور فقط نور محمدیﷺ تخلیق کائنات کا بہانہ بننے والا تھا، جہاں تک حضور محمدﷺ کی نبوّت کا تعلق ہے تو اس کی اوّلیت کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ نے آقائے نامدارﷺ سے عرض کیا کہ اللّٰہ نے سب اشیاء سے پہلے کس کو پیدا فرمایا تو آپﷺ نے ارشاد فرمایا:" یا جابر ان اللّٰہ تعالیٰ خلق قبل الا شیاء نور نبییك من نورہ" (مواہب اللّٰہ نیہ ص ۹، زرقانی شریف ص ۴۶، حجتہ اللّٰہ علی العالمین ص ۲۸، انوار المحمدیہ ص ۹ نشر الطیب از اشرف علی تھانوی ص ۶)۔ ترجمہ:" اے جابر اللّٰہ تعالیٰ نے بیشك سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔" ایك اور حدیث قدسی ہے: "کنت نبیا و ادم بین الروح و الجسد" (مذاہب اللّٰہ نیہ)۔ "گویا ابھی آدم علیہ السلام کی روح جسم سے متعلق بھی نہیں ہوئی تھی، ابو البشر کا پتلا بھی نہیں بنا تھا اور حضور محمدﷺ کے سر اقدس پر اس سے بھی پہلے تاج نبوت ٹکایا جا چکا تھا۔"

بابائے شفیق ہر دوعالم
فرزند خلف ترین آدم
از عیسیٰ مریمی موخر
بر عالم و آدمی مقدم
اے نام تو برزمیں محمد
خوانند بر آسمانت احمد

صدر الافضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللّٰہ علیہ کہتے ہیں: کائنات میں کسی ہستی کا ظہور، کسی نقش کی نمود، کسی وجود کا نہاں خانہ، قدم سے قدم نکالنا بڑی پر لطف بات ہے جس کے لئے خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ انتظار کھینچے جاتے ہیں۔ آنکھیں شوق دید کے لئے ہوتی ہیں۔ دلوں کو سرور کی لذّت عطا ہوتی ہے۔ جب ادنیٰ ادنیٰ ہستیوں کے ظہور کی خوشی کی جاتی ہے اور ان کی یادگاریں قائم ہوتی ہیں تو اعلیٰ ترین کائنات اور مقصود آفرینش جو ذات ہو اس کے رونق افروز ہونے کی کس قدر خوشی ہونی چاہیے اور ان کی یادگاریں کس شان و شوکت کے ساتھ قائم کرنا لازمی ہیں۔ حضور سرور کائنات فخر دو عالمﷺ کو ازل سے ابد تک کے جملہ محسن عطا کیے گئے۔ جس طرح آپﷺ کا خالق بے

عیب اور اخلاق میں اپنی مثال آپ ہے اسی طرح حضور اکرمﷺ خلقت میں بے مثال اور خصائص و محاسن کے لحاظ سے انسانی اوصاف کا بہترین نمونہ ہیں۔ آپﷺ کا دین آخری دین اور آپﷺ کی نبوّت آخری نبوّت ہے اسی لیے خدا نے آپﷺ کے ذکر اقدس کو قیامت تک کے لیے سر بلند رکھنے کا ذمّہ لے رکھا ہے۔ اسی لیے خدا نے فرمایا:" ورفعنا لك ذكرك۔" ترجمہ: "اور ہم نے آپﷺ کے ذکر کو بلند کردیا آپﷺ کے لیے۔"

چشم اقوام یہ نظارا ابد تک دیکھیے
رفعت شان رفعنا لك ذكرك دیکھیے

جس ہستی کے میلاد کی خاطریہ سارا اہتمام ہو رہا تھا اس کے خالق کو کب یہ گوارا تھا کہ اسکے شاہکار کا ذکر مٹ جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر آنے والا زمانہ آپﷺ کی چوکھٹ کو چھو کر اذن وجود مانگتا ہے اور ہر صدی آپﷺ کی رحمت کے سہارے اپنے سفر کی اجازت طلب کرتی ہے۔ ہر عہد آپﷺ کا عہد اور ہر رسالت آپﷺ کی عظمتوں کے لافانی فسانوں سے عبارت ہے۔ میلاد کا تذکرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس ہستی کے محاسن و محامد بیان نہ کئے جائیں جس کی ولادت پر ہر قسم کا اہتمام ہو رہا ہے۔ محاسن ومحامد کے بیان سے قدرت کا مقصود یہ ہے کہ عالم انسانیت کو اندازہ ہو سکے یہ جس شخصیت کا میلاد منانے کے لیے قدرت خود اشارہ دے رہی ہے وہ کس مقام و مرتبہ کی حامل ہے۔ سورۃ یونس میں ارشاد باری تعالی ہے: قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ كُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ ترجمہ: "کہہ دیجیے کہ اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا ہے۔"

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ حضورﷺ کے اسماء میں ایک نام حق بھی ہے۔ دوسرے یہ کہ سب تو حق پر ہوتے ہیں اور حضورﷺ خود سراپا حق ہیں۔ جس نے انکو دیکھا حق کو دیکھا، اور تو مومن ہیں مگر حضورﷺ ایمان ہیں، اور تو عارف ہیں مگر حضورﷺ عرفان ہیں،اور تو عالم ہیں مگر حضورﷺ سراپا علم ہیں۔ آپﷺ ہی کے حالات جاننا علم ہے۔

اب ہم ان خصائص اور محاسن و محامد پر ایک نظر ڈالتے ہیں جن سے سرکار تمام جہاںﷺ کو بطور خاص نوازا گیا۔ آپﷺ کا ایک اعزاز آپﷺ کا سراجاً منیراً ہوناہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ (احزاب ۴۵،۴۶)۔ ترجمہ:" اے نبیﷺ ہم نے تجھ کو نگرانی والا (گواہ) اور خوشخبری سنانے والا اور بلانے والا اللّٰہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ۔"

خدائے پاک نے اپنے محبوبﷺ کو دنیا میں بھیجتے ہوئے دنیا والوں کو باور کرا دیا کہ جو ہستی تمہارے درمیان آرہی ہے وہ سراپا رحمتہ اللعالمین ہے۔ جس طرح میں کل کائنات کے لئے رب ہوں اسی طرح وہ تمام کائنات اور مخلوقات کے لئے رحمت کا پیکر ہے۔ جس طرح میری ربوبیت بے کنار ہے اسی طرح میرے محبوب کے رحمت للعالمین کا سمندر بھی بے کنار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء:

۱۰۷)۔ ترجمہ: ”اور ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے“۔

احادیث اور سنت رسول کی روشنی میں:

میلاد مصطفیٰ منانا سنّت خدابھی ہے اور سنّت مصطفیٰﷺ بھی، یہ سنّت صحابہ بھی ہے اور سنّت اولیائے کرام بھی۔ خدا نے جب انبیاء کی ارواح سے عہد لیا کہ وہ اطاعت محمدی کریں گے تو سلسلۂ میلاد کا آغاز ہو گیا اور پھر جب انبیاء اپنے اپنے ادوار میں حضور محمدﷺ کے اوصاف حسنہ اور بشارت بیان کرتے رہے تو وہ بھی میلاد کی ایک مستحسن شکل تھی۔

حضورﷺ نے خود اپنا میلاد اور صحابہ کے ہجوم میں فرمایا: تحقیق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں جبکہ آدم علیہ السلام البتہ اپنی گوندھی مٹی میں پڑے ہوئے تھے اور اب میں تم کو اپنے معاملے کی خبر دوں کہ وہ دعائے ابراہیمؑ، بشارت عیسیٰؑ اور میری ماں کا خواب وہ ہے جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا اور تحقیق ان میں سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے (مشکوۃ شریف، مستدرک حاکم، شرح السنۃ)۔

مسلم شریف ”کتاب الصیام“ میں امام مسلمؒ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں سوموار کو پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ اس حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے اپنی ولادت باسعادت کے دن روزہ رکھنے کی وجہ اپنی پیدائش اور وحی کا نازل ہونا بتایا ہے جس کی وجہ سے اس کی فضیلت و اہمیت محسوس ہوتی ہے۔

اللہ تعالی اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:” وذکرھم بایام اللّٰہ“۔ ترجمہ: ”اور یاد دلاؤ ان کو اللہ کے دن۔“ اگرچہ تمام ایّام اللہ ہی کے تخلیق کردہ ہیں مگر معتبر مفسرین کے بقول اس حکم ربانی سے مراد ایسے ایّام خاص کا تذکرہ جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندگان خدا پر خصوصی انعامات نازل ہوئے مثلاً عید الفطر، عید الاضحیٰ، لیلۃ القدر، شب برات۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو میلاد مصطفیٰﷺ قدرت کی طرف سے بندگان خدا پر ایسا انعام ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی اس لئے حضورﷺ کی ولادت مقدّسہ کے حوالے سے خوشی و مسرت کا اظہار کرنا خدا کے اس حکم کی تعمیل کے مترادف ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریمﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا تو ان سے فرمایا تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا یہ دن نہایت مقدّس ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات بخشی تھی لہذا ہم تعظیماً اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم موسیٰؑ کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیادہ حق دار ہیں۔ پس حضورﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا (بخاری، مسلم، ابو داؤد)۔ اس حدیث قدسیہ سے معلوم ہوا کہ حضورﷺ نے یوم عاشورہ کا روزہ اس خوشی میں رکھا کہ ان کے پیش رو نبی حضرت موسی علیہ السلام اور ان

کی امّت کو فرعون جیسے ظالم حکمران سے نجات ملی تھی۔ اس تناظرمیں دیکھا جائے تو میلاد مصطفویﷺ وہ تاریخ ساز واقعہ ہے جس کی بدولت ظلم و تشدد کے قلعے ہمیشہ کے لیے زمیں بوس ہو گئے۔ قیصر و کسریٰ کے جاہ و جلال کے خاک میں ملنے کے آثار ہویدا ہو گئے۔ غم کے ماروں کو نئی زندگی کی نوید ملی، صدیوں سے بلکتی ہوئی انسانیت کو دائمی قرار کی دولت میسر آنے لگی۔ سرکشوں اور ظالموں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اگر ہم خدائے پاک کے اس عظیم انعام اور احسان پر خوشی و مسرّت کا اظہار نہ کریں تو کفران نعمت ہو گا۔ حدیث میں ہے: جو چیز کسی کو محبوب ہو وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ بلاشبہ حضورﷺ کی محبّت ایمان کا لازمی جزو ہے اور جس سے محبت ہو جائے انسان اس محبت کے اظہار کے بہانے ڈہونڈتا رہتا ہے چنانچہ حضورﷺ کی محبّت تقاضہ کرتی ہے کہ آپﷺ کے حوالے سے ہر یادگار دن اور ساعت کا تذکرہ کیا جائے۔ اس لحاظ سے میلاد مصطفیﷺ کے موقع پر جشن منانا بھی محبّت رسول کریمﷺ کے اظہار کی روشن دلیل ہے کیونکہ سرکار جہانﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده ولده والناس اجمعین“ (بخاری شریف)۔ ترجمہ: ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو گا جب تک میں اسے اس کے والدین اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

محمدؐ کی محبّت دین حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایمان نا مکمل ہے

میلاد کا مطلب ایسی آیات قرآنی، احادیث، تاریخی واقعات اور معتبر روایات کا تذکرہ کرنا ہے جن سے ولادت مصطفیٰﷺ اور خصائص و کمالات مصطفیٰﷺ کا اظہار ہوتا ہو، جہاں تک خصائص و کمالات مصطفیٰﷺ کا تعلق ہے خود حضور نبی کریمﷺ منبر پر تشریف فرما ہو کر اور مسجد نبوی میں صحابہؓ کے ہجوم میں اپنے خصائص بیان فرماتے ہیں: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس میں فخر کی کوئی بات نہیں ہے۔ آدم علیه السلام اور ان کے علاوہ دیگر تمام انبیاء قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اپنی تصنیف ”حسن امقصد فی عمل المولد“ میں میلاد شریف کی ایک اصل بیان فرماتے ہیں:” میں کہتا ہوں کہ مجھے میلاد شریف کی ایک اور اصل حدیث شریف ملی ہے وہ یہ کہ بیہقیؒ حضرت انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریمﷺ نے نبوّت کے بعد اپنا عقیقہ کیا جبکہ حضورﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کر دیا تھا اور عقیقہ ایک ہی بار کیا جاتا ہے دوسری بار نہیں کیا جاتا۔ سو اس سے پتا چلتا ہے کہ حضورﷺ نے ایسا اظہار تشکّر کے طور پر کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں رحمة اللعالمین بنا کر پیدا فرمایا اور اس سے امّت کے لیے شرعی مثال قائم فرمانا بھی مقصود تھا جیسا کہ حضورﷺ خود بھی اپنے اوپر درود شریف پڑھا کرتے تھے تا کہ اس کو اُمّت کے لئے شرعی اصول بنا دیں۔ لہذا ہمارے لئے مستحب ہے کہ ہم میلاد شریف منعقد کر کے حضورﷺ کی ولادت پر اظہار شکر کریں جس میں دعوت طعام ہو اور اس طرح کے دیگر امور خیر انجام دیئے جائیں اور خوشیاں

منائی جائیں۔"

میلاد مصطفیٰ ﷺ کی برکات کے حوالے سے ابو لہب کا واقعہ بجائے خود میلاد کی خوشی منانے کی ایک روشن دلیل ہے جب حضور نبی کریم ﷺ کائنات میں جلوہ آرا ہوئے تو ابو لہب (جو کہ حضور ﷺ کا حقیقی چچا تھا) کی لونڈی ثوبیہ نے آ کر ابو لہب کو بھتیجے کی ولادت کی خبر دی۔ ابو لہب اتنا خوش ہوا کہ لونڈی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا: آج سے تو آزاد ہے۔ ابو لہب نے میلاد مصطفوی ﷺ پر جس مسرّت کا اظہار کیا اس کا اسے جو فائدہ ہوا وہ بخاری شریف میں یوں مروی ہے کہ جب ابو لہب مرا تو اس کے گھر والوں (حضرت عباسؓ) نے اس کو خواب میں بہت برے حال میں دیکھا۔ پوچھا کیا گزری۔ ابو لہب نے کہا تم سے علیحدہ ہو کر مجھے خیر نصیب نہیں ہوئی۔ ہا ں مجھ کو اس (کلمہ کی) انگلی سے پانی ملتا ہے جس سے میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ میں نے اس انگلی کے اشارہ سے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا (بخاری شریف)۔

ابولہب کافر تھا۔ گستاخ رسول تھا، دشمن اسلام تھا، خدا نے اس کی مذمّت میں "سورۃ تبت ید ا ابی لہب" نازل کی مگر میلاد مصطفیٰ ﷺ پر اس نے جس خوشی کا اظہار کیا تھا وہ خدا کو اتنا پسند آیا کے انگلی کو اس کے لئے عذاب میں تخفیف کا باعث بنا دیا۔ جس کے اشارے سے اس لونڈی کو اشارہ کیا تھا۔ امام سیوطیؒ کہتے ہیں: اگر ابو لہب کو جو کہ کافر ہے نبی کریم ﷺ کی ولادت طیبہ کی خوشی کرنے کی جزا دی گئی تو اس مخلص اور موحد مسلمان کا کیا حال ہو گا جو حضور ﷺ کی امّت سے ہے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کرتا ہے اورحضور ﷺ کی محبت سے سرشار ہو کر حتی المقدور خرچ بھی کرتا ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم اسے اللہ کریم کی طرف سے یہی جزا ملے گی کہ وہ اسے اپنے فضل و کرم سے جنّت نعیم میں داخل فرمائے گا۔

میلاد مصطفوی ﷺ کے سلسلہ میں یہ امر طے ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی نہ صرف خدا اور ملائکہ اور جملہ انبیاء سے ثابت ہے بلکہ سلطان تمام جہاں عالم ﷺ نے اپنا میلاد خود منایا اور اپنے خصائل سے اہل ایمان کو آگاہ کر کے میلاد کے عملی تقاضوں سے آشنا کر دیا۔ اس سلسلہ میں نعت گو صحابہؓ کی مدحت سرائی لائق صد تحسین اور قابل غور ہے جنہوں نے حضور ﷺ کے حضور اپنا ارمغان نعت پیش کیا جسے سن کر حضور نبی کریم ﷺ از حد مسرور ہوئے انہیں اپنی چادر رحمت سے نوازا اور ان کی شعری صلاحیتوں کے فروغ کے لئے دعا بھی فرمائی۔ سیّدنا حسان بن ثابتؓ کی متعدد نعتیں اس اعزاز کی حقدار ٹھہریں۔ آپ کی نعت " واحسن منك لم تر قط عینی" غیر معمولی طور پر مقبول ہوئی۔ آپ کو حضور ﷺ کے درباری نعت خواں ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ایک اور روز آپ نے دربار مصطفوی ﷺ میں عقیدت کے گلاب یوں نذر کئے۔

متی یبد فی اللیل البھیم جبینه
یلوح مثل مصباح الدجی المتوقد

یعنی جب سخت تاریکی ہو آپ ﷺ کی پیشانی نورانی ظاہر ہوتی ہے تو وہ اندھیری رات میں چراغ کی طرح روشنی دیتی ہے۔

رسول کریم ﷺ جب مدینہ منورہ میں ہجرت فرما کر جلوہ افروز ہوئے تو مدینہ منورہ کی عورتیں بچے اور لڑکیاں یہ اشعار پڑھتی تھیں۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
مادعا للّٰہ داع

چودہویں رات کا مبارک چاند وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر ظاہر ہوا ہے۔ اللہ کی طرف بلانے والے پر شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

قرآن مجید اپنی گواہی دے رہاہے: لَقَدْجَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبہ: ۱۲۸)۔ ترجمہ: ’’بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان‘‘۔

تحریر: پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب

حدیثِ دل

مراقبے دو ہوتے ہیں: ایک ظاہری دوسرا باطنی۔ دونوں مراقبوں کا مطلب یہ ہے کہ قلب کا خوف دور ہو جائے اور اس کی جگہ سکون لے لے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمت اللہ علیہ

سلسلۂ عالیہ عثمانیہ

(اجازت تلاوتِ قرآن مجید)

قرآنِ مجید فرقانِ حمید اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی تلاوت باعثِ نجات و برکت ہے۔ ہر مسلمان کے لیے اس کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا فرض ہے۔ اسی وجہ سے عوام کا خیال ہے کہ اس کے پڑھنے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ عوام کی حد تک تو اس میں کوئی غلطی نہیں ہے مگر خواص کے لیے صورتِ حال کچھ مختلف ہے۔ سلاسلِ تصوف میں طالبِ صادق واصلِ مرشدِ کامل کو قرآن مجید کی باقاعدہ اجازت دی جاتی ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ قرآنِ مجید کے رموز ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور معانی و مطالب کا ایک نیا راستہ ملتا ہے۔

سلسلۂ عالیہ عثمانیہ بنیادی طور پر اجازت تلاوت قرآنِ کریم ہے اور اس کے بانی خلیفۂ راشد امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ تفصیل اس سلسلہ کے آغاز کی کچھ یوں ہے: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیعتِ امامت و ارشاد سے مشرف فرمانے، کلاہ مبارک اوڑھانے، عمامہ سبز باندھنے، خرقہ پہنانے اور علومِ باطنی عطا کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سامنے بٹھا کر بیعتِ امامت و ارشاد سے مشرف فرمایا، کلاہ مبارک اوڑھائی، عمامہ سبز باندھا، خرقہ پہنایا اور علومِ باطنی عطا فرمانے کے بعد خطاب باطنی حضرت عثمان جامع القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب کو سنایا اور پھر اجازت کلام اللہ شریف عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا: تمہارے سلسلۂ تعلیمِ طریقت میں صاحبِ باطن کو ترقی کیفیت باطن کی قرآن مجید کی تلاوت سے ہوا کرے گی۔

بانئ سلسلۂ عالیہ سراجیہ، قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد سراج الحق صاحب رحمت اللہ علیہ کا شمار چودھویں صدی کے مجددین میں ہوتا ہے۔ آپؒ ۴۰ سے زائد سلاسل میں اجازت یافتہ ہیں مگر آپ پر غلبہ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ اور سلسلہ عالیہ عثمانیہ کا ہے۔ آپؒ کے مرشد حضرت سید صوفی محمد حسین شاہ مرادآبادی رحمت اللہ علیہ ہیں۔ صوفی صاحبؒ کا شمار بھی چودھویں صدی کے مجددین میں ہوتا ہے۔ آپؒ کے دستِ اقدس پر تقریباً تیرہ لاکھ لوگوں نے سلسلہ عالیہ چشیہ صابریہ و دیگر سلاسل میں توبہ کی اور ان میں سے سولہ سو (۱۶۰۰) خلیفہ مجاز ہوئے۔

صوفی صاحبؒ سماع کا بہت شوق فرماتے تھے۔ یہی حالت ان کے مریدین اور خلفاء کی تھی۔ مگر حضرت سراج الحق صاحب رحمت اللہ علیہ محفلِ سماع میں نہیں بیٹھا کرتے تھے۔ صوفی صاحبؒ آپؒ سے شدید محبت کرتے تھے اور دوسرے حضرات آپؒ پر رشک کرتے تھے۔ ایک دن بعض خلفاءؒ نے حضرت سراج الحقؒ کی شکایت بارگاہِ ولایت میں کی: حضورؒ تو سراج الحق صاحبؒ پر اسقدر شفقت فرماتے ہیں لیکن ان کو کبھی ہم نے آپؒ کے ہمراہ محفلِ سماع میں نہیں دیکھا۔ صوفی صاحبؒ نے فوراً ارشاد فرمایا: جو چیز ہم

سماع سے حاصل کرتے ہیں ہمارا سراج الحق قرآن مجید حاصل کر لیتا ہے۔ یہ سن کر تمام شا کی خاموش ہو گئے۔

سلسلہ عالیہ عثمانیہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے جید علماء کو اس کی تلاش رہتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمت اللہ علیہ کا تزکرہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت مخدوم شاہ محمد حسن چشتی صابری رامپوری صاحب رحمت اللہ علیہ مفتی محمد شرف الدین خان رحمت اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ جب خواجہ حسنؒ کو روانگی سفر عرب وغیرہ کا باطن سے حکم ہوا تو مفتی صاحبؒ کو ایسے شاگرد کی جدائی کا سخت افسوس ہوا۔ دمِ رخصت مفتی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: فرزندِ ارجمند! دہلی میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمت اللہ علیہ موجود ہیں۔ باقیماندہ کتابیں تم ان سے دیکھ لینا اور تحصیلِ علوم سے فراغت حاصل کرنا۔ وہ میرے استاد حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب رحمت اللہ علیہ کے استاد ہیں۔

خواجہ حسنؒ ۲۷ شوال ۱۲۳۰ھ کو دہلی پہنچے اور شاہ صاحبؒ سے ملے۔ اس وقت خواجہ حسنؒ کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ شاہ صاحبؒ ہر مجلسِ وعظ کے بعد اعلاناً فرمایا کرتے تھے: اے لوگو! اس جلسے میں اگر تم میں سے کوئی شخص صاحبِ اجازت شجرہ تلاوت قرآن مجید کا ہو تو حسبةً للّٰہ اس فقیر کو اجازت دے۔ ۲۹ شوال بروز جمعہ خواجہ حسنؒ ایسی ہی مجلسِ وعظ میں موجود تھے۔ بعد میں تخلیے میں آپؒ نے عرض کیا: یہ فقیر مسکین صاحبِ اجازت تلاوت قرآن مجید ہے۔ یہ سن کر شاہ صاحبؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: صاحبزادے! یہ فقیر طالبِ صادق ہے، جس طرح تم کو یہ اجازت پہنچی ہو، اسی قاعدہ سے فقیر کو ممتاز کرو، فقیر کو کوئی حجابِ نفس واقع نہ ہو گا اور علاوہ بریں هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ، اس احسان کے بدلے فقیر وہ احسان کرے گا جس کو تم ہمیشہ یاد رکھو گے اور وہ نعمت عجیبہ ہے۔ الغرض ۳ ذی قعدہ ۱۲۳۰ھ کو شاہ صاحبؒ نے تلاوت قرآن مجید کی خواجہ حسنؒ سے اجازت حاصل کی جو سند سیّد عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے بواسطہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ منتقل ہوئی تھی۔ خواجہ حسنؒ دو سال تک دہلی میں رہے اور شاہ صاحبؒ سے تحصیلِ علوم میں مشغول رہے۔

حضرت محبوب اِلٰہی خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمت اللہ علیہ کا فرمان ہے: تلاوت اور اس کی سماعت میں جو سعادت حاصل ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ انوار، احوال اور آثار۔ یہ تینوں تین عالموں ملک، ملکوت اور جبروت سے نازل ہوتی ہیں۔ یہ تینوں تین مقامات روح، قلب اور اعضاء پر اترتی ہیں۔ پہلے عالم ملکوت سے روح پر انوار نازل ہوتے ہیں۔ پھر جبروت سے قلب پر احوال وارد ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ملک سے اعضاء پر آثار کا ظہور ہوتا ہے۔

الحمد للّٰہ علیٰ احسانہٖ، سلسلۂ عالیہ سراجیہ حقانیہ میں اس عظیم سلسلہ کی نسبت بھی شامل ہے۔ تفصیل سلسلہ کی یوں ہے: حضرت عبد الحق قریشیؒ، حضرت سراج الحق کرنالوی گورداسپوریؒ، حضرت مرشدِ پاکاں صوفی محمد حسین سبزواریؒ، حضرت صوفی حافظ علی حسین شاہؒ ابن غلام حسین شاہؒ عرف فقیر شاہؒ، حضرت صاحبزادہ غلام حسین شاہ حریفؒ ابنِ شاہ عبد الکریمؒ ملاں اخون حنفیؒ، حضرت شاہ عبد

الکریم ملاں اخون قطب الدارین حنفیؒ، حضرت حاجی شاہ محمد سعید چشتی میرٹھیؒ، شیخ المحدثین حضرت شاہ ولی اللّٰہ نقشبندی مجددیؒ ابنِ شاہ عبد الرحیمؒ، حضرت حاجی محمد سندھیؒ، حضرت عبد الخالقؒ، حضرت شیخ بقریؒ، حضرت شیخ عبد الرحمٰن یمنیؒ، حضرت شیخ احمد سجادؒ، حضرت شیخ ابی نصر میلادیؒ، حضرت شیخ ذکریاؒ، حضرت شیخ برہانؒ، حضرت شیخ محمد احمد سیستانیؒ، حضرت امام احمدؒ ابنِ امامِ اعظمؒ، حضرت ابو القاسمؒ، حضرت شیخ ابو العباسؒ، حضرت شیخ عبد اللّٰہؒ، حضرت ابو داؤدؒ، حضرت ابی عمرؒ، حضرت ابو الحسن طاہرؒ، حضرت ابو الحسن علیؒ، حضرت ابو العباس بغدادیؒ، حضرت شیخ محمد عبیدؒ، حضرت شیخ امام حفصؒ (صاحبِ قرأتِ حفص)، حضرت شیخ عاصم بن عبد الصمدؒ، حضرت ابو عبد الرحمٰن حقؒ، امیر المومنین حضرت عثمانؓ بن عفان (جامع القرآن، کامل الحیاء و الایمان)، سیّد الانبیاء و المرسلین حضرت محمد ﷺ۔

ذالك فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشآء
و اللّٰہ ذو الفضل العظیم

حوالاجات:

۱۔ شمیمِ ولایت از حضرت ابو مظہر سراجی غنوئی دامت برکاتھم العالیہ۔
۲۔ مظہر نامہ از حضرت ابو مظہر سراجی غنوئی دامت برکاتھم العالیہ۔
۳۔ حقیقت گلزارِ صابری از مخدومِ زَمَن شاہ محمد حسن چشتی صابری رامپوری رحمت اللّٰہ علیہ۔
٤۔ رسالہ وصلِ عرفانِ محمدی از مخدومِ زَمَن شاہ محمد حسن چشتی صابری رامپوری رحمت اللّٰہ علیہ۔
۵۔ تواریخ آئنۂ تصوف از مخدومِ زَمَن شاہ محمد حسن چشتی صابری رامپوری رحمت اللّٰہ علیہ۔
٦۔ دبستانِ نظام از ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب۔

حدیثِ دل

جو آنکھ خدا کی قدرت اور حکمت نہ دیکھ سکے اس کا اندھا ہو جانا بہتر ہے، جو زبان ذکرِ حق میں مصروف نہ ہو اس کا گنگ ہو جانا اچھا ہے، جو کان حق بات نہ سنے اس کا بہرہ ہو جانا بہتر ہے اور جو بدن اس کی خدمت نہ کرے اس کا مر جانا اچھا ہے۔
حضرت جنید بغدادی رحمت اللّٰہ علیہ